عصمت نبوت سے متعلق نصوص کی تعبیر و تشریح (کلامی مکاتب کے مناہج کا تجزیاتی مطالعہ)

Interpretation of Texts about the Infallibility of Prophethood
(Analytical Study of the Methods of Theological Schools)

Faiz Ul Hassan
PHD Research Scholar, Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad:hasan9588107@gmail.com
Dr Hafiz Tahir Islam
Assistant Professor, Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad:tahir.islam@aiou.edu.pk

Abstract

In some places in the Qur'ān and Ḥadith, the words likeزلہ, استغفار, هم, ضل, ذنب, ظلم, لاادری, غفلت, وزر and سقم are attributed to the prophets and messengers. It gives the impression that the Prophets (peace be upon them) may also commit sins. Although these persons are obliged to obey, their being sinners proves that their sins should also be followed and to consider the confirmation of these mistakes from Allah. While the wisdom of Allah requires that He does not command His servants for mistakes and evils. It has been the belief of the majority of the Ummah in every age that the Prophets (peace be upon them) are innocent of all kinds of disbelief and polytheism, bad faith and all kinds of sins. However, according to Fziliya and Azraqa among the Kharijites, it is possible to disbelieve in the Prophets (peace be upon them) because according to them, it is possible for the Prophets (peace be upon them) to commit major sins and their belief is that major sins are disbelief, therefore disbelief in the Prophets (peace be upon them) is also possible. In the same way, their theory is that before the declaration of prophethood, the Prophets (peace be upon them) may disbelieve (al-Iyāz billah). Apart from these two sects of Kharijites, according to the Shities, when the Prophets (peace be upon them) fear for their lives, taqiyyah is performed as can do taqiyyah. This article analyses different point of views about aṣmat e Nabuwwat.

Keywords: Texts, Infallibility of Prophethood, Theological Schools.

اللہ تعالی نے مخلوق کی ہدایت کے لیے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہچانے کے لیے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں نا صرف تمام سامی اور الہامی مذاہب کے ماننے والوں کے ہاں انبیاء کرام عزت واحترام کے لائق شخصیات مانی جاتی ہیں بلکہ اسلام میں تمام پیغمبروں اور نبیوں کی تصدیق کرنا، ان کا پورا احترام کرنا اور غیر مشروط اطاعت کرنا ایمانیات میں داخل ہے۔ غیر مشروط اطاعت کے لیے ضروری ہے کہ اس شخصیت سے کسی قسم کی غلطی اور گناہ کا امکان نہ ہو۔ غلطی

اور گناہ کیا ہے۔ خلاف شرع کے ضمن میں کیا کیا کام آتے ہیں اس سلسلے میں جماعت اہل حدیث کے مایہ ناز داعی اور معروف عالم دین مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اپنی کتاب عصمت نبوت میں رقمطراز ہیں:

"گناہ کے لیے عربی زبان میں کئی الفاظ ہیں جن میں سے ایک لفظ جناح ہے اس کا اشتقاق جنح سے ہے جس کا معنی مائل ہونا اور جھکنے کے ہیں۔ چونکہ گناہ کی حالت میں انسان شریعت آسمانی اور ہدایت ربانی کے بر خلاف خواہش نفس کی طرف جھکتا ہے اس لی اسکو جناح کہتے ہیں۔اور وہ قوتیں جن سے انسان خواہسش نفس کے پیچھے لگتا ہے دو ہیں: قوت بہیمی اور قوت غضبی۔ قوت غضبی کے متعلق یہ گناہ ہے کہ کسی خاص شخص یا عامہ خلائق کے امن میں ناجائز خلل ڈالا جائے اس کی صورتیں یہ ہیں کسی کو ناحق قتل کرنا، کسی کی ناحق آبروریزی کرنا، فتنہ اور فساد پھیلانا، بغاوت کرنا، چوری کرنا اور ڈاکہ مارنا وغیرہ۔ قوت بہیمی کی دو خواہش ہیں: خواہش باطن اور خواش فرج۔ خواہش بطن کے متعلق یہ گناہ ہیں کسی کا مال خیانت یا غبن یا فریب سے دبا لینا، محرمات کا استعمال کرنا، شراب خوری اور جوا بازی وغیرہ اور شہوت فرج کے متعلق زناکاری و بدکاری اغلام وغیرہ شنیع کام ہیں۔ انسانی کاموں میں نیت کا اعتبار ضروری ہے بہت سے مشتبہ معاملات صرف نیت پر فیصلہ کیے جاتے ہیں قتل جیسے سنگین اور نازک معاملہ میں بھی صرف نیت کے اعتبار سے قتل عمد اور قتل خطا کی تقسیم کی گئی ہے اسلامی شریعت نے اس کی رعایت بھی کی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے تم پر اس بات میں جو تم سے غلطی سے ہو گئی ہو کوئی گناہ نہیں لیکن وہ بات جس کا تمھارے دلوں نے قصد کیا ہے"[1]

عصمت کا مفہوم

علامہ ابن منظور افریقیؒ رقمطراز ہیں:

"العصمة في كلام العرب: المنع .وعصمة الله عبده :أن يعصمه مما يوبقه .عصمه يعصمه عصما :منعه ووقاه۔وفي التنزيل :لا عاصم اليوم من أمر الله إلا من رحم کلام عرب میں عصمت کے معنی روکنا ہے اور جب اللہ تعالی کی عصمت کا بندہ سے تعلق ہو تو پھر اس کا معنی ہے بندے کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانا"[2]

---

[1] ۔میر محمد ابراہیم، عصمت نبوت، (سرگودھا: مکتبہ ثنائیہ)، ص:11
Mir Muḥammad Ibrāhīm, Aṣmat-e-Nabuwwat,(Sargodhā:Maktaba Thnāia),p.:11

[2] ۔ابن منظور افریقی، لسان العرب، (بیروت: دار صادر)، ج:12، ص:403
Ibn Mnazoor al-Afriqī,Lisān al-Arab,(Beirut:Dār-e-Ṣādir),Vol.:12,p.:403

معصومیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء اور رسول گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ وہ اپنی پیدائش سے لیکر رخصت ہونے تک اللہ تعالی کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ اعلان نبوت سے پہلے اور بعد میں ان سے گناہ نہیں ہوتا اللہ تعالی ان کے کردار کی حفاظت فرماتا ہے ان کے اقوال اور اعمال شیطان کے عمل سے خالی ہوتے ہیں۔ ان کے اقوال اور اعمال شیطان کے عمل دخل سے محفوظ ہوتے ہیں۔ نبی کا کردار بے داغ اور آئینے کی مانند صاف شفاف ہوتا ہے وہ ایسا انسان کامل ہوتا ہے جس کو بے پناہ روحانی طاقت عطا کی جاتی ہے نبی کا کوئی کام نفسانی خواہشات کے تابع نہیں ہوتا بلکہ ان کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ اور اٹھنے والا ہر قدم اطاعت الہی کا مظہر ہوتا ہے۔

میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں:

> "ہمارے نزدیک عصمت کا معنی ہے کہ اللہ تعالی انبیاء علیہم السلام میں گناہ پیدا نہ کرے اور حکماء کے نزدیک عصمت ایک ملکہ (صفت راسخہ، صفت نفسانیہ) ہے جو معاصی کی قباحت اور عبادت کی فضیلت کے علم کی وجہ سے ان کو گناہوں سے روکتی ہے اور عبادت پر برانگیختہ کرتی ہے اور اوامر اور نواہی کی مسلسل وحی کی وجہ سے یہ صفت اور راسخ ہو جاتی ہے اور انبیا علیہم السلام سے جو سہوا اور بعض کے نزدیک عمدا صغائر صادر ہوتے ہیں یا وہ کسی اولی اور افضل کام کو ترک کر دیتے ہیں، اس سے ان کی عصمت پر اعتراض نہیں ہوگا' کیونکہ صفات نفسانیہ ابتدا غیر راسخ ہوتی ہیں، پھر بتدریج راسخ ہو جاتی ہیں اور ایک قوم نے عصمت کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ کسی انسان کی روح یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور واقع ہوتا ہے یہ تعریف اس لیے باطل ہے کہ اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہو تو وہ گناہوں کے ترک پر دنیا میں مدح اور آخرت میں ثواب کے مستحق نہ ہوں، کیونکہ جو چیز محال ہو اس کے ترک سے تعریف ہوتی ہے نہ ثواب، کیونکہ اس کا کرنا قدرت اور اختیار میں نہیں ہے، نیز اس پر اجماع منعقد ہے کہ انبیا علیہم السلام کو گناہوں کے ترک سے ثواب ہوتا ہے اور وہ گناہوں کے ترک کرنے کے مکلف ہیں اور اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہوتا تو ان کو مکلف نہ کیا جاتا نہ ثواب دیا جاتا کیونکہ محال کو ترک کرنے کا مکلف نہیں کیا جاتا نہ اس پر ثواب دیا جاتا ہے، نیز اللہ تعالی نے فرمایا: آپ کہیے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو امور بشریت کی طرف راجع ہیں آپ ان میں تمام بشروں کی مثل ہیں اور آپ کا امتیاز صرف وحی سے ہے، اس لیے

جس طرح اور بشروں سے گناہوں کا صدور محال نہیں ہے۔انبیا علیہم السلام سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہوگا"[3]

شاہ اسماعیل شہید عصمت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عصمت کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کرام کے اقوال وافعال، عبادات وعادات، معاملات ومقامات اور اخلاق واحوال میں حق تعالی اپنی قدرت کاملہ کی بدولت اُن کو مداخلتِ نفس وشیطان اور خطاونسیان سے محفوظ رکھتا ہے اور محافظ ملائکہ کو ان پر متعین کر دیتا ہے تاکہ بشریت کا غُبار اُن کے پاک دامن کو آلودہ نہ کر دے اور نفس بہیمیہ اپنے بعض امور اُن پر مسلّط نہ کر دے اور اگر قانون رضائے الٰہی کے خلاف اُن سے شاذ ونادر کوئی امر واقع ہو بھی جائے تو فی الفور حافظ حقیقی اللہ تعالٰی اس سے انہیں آگاہ کر دیتا ہے اور جس طرح بھی ہو سکے غیبی عصمت ان کو راہ راست کی طرف کھینچ لاتی ہے"[4]

اصول تشریح وتعبیر: اجمالی تذکرہ

تشریح کا تعلق لفظ سے اور تعبیر کا تعلق نظریہ وتصور سے ہوتا ہے۔ مختلف فقہی وکلامی مسالک کا وجود اصل میں نصوصِ شریعت کی شرح وتفسیر کے اصول وقواعد میں اختلاف ہی کا نتیجہ ہے۔ سابقہ مذاہب کے پیروؤں میں بھی ان کی الہامی کتب کی تشریح وتوضیح کے ضمن میں اختلافات رہے ہیں اور اسی سے ان کے مختلف فرقے ظہور پذیر ہوئے۔ شرح وتعبیر متن کا مسئلہ تہذیبی سطح پر بھی بے احد اہمیت کا حامل ہے۔ فکر وفلسفے کے متنوع دبستان بھی اسی حوالے سے وجود میں آئے ہیں۔ مسلم تاریخ میں تشریح وتعبیر کا آغاز اگرچہ عہدِ رسالت مآب ﷺ ہی میں ہو گیا تھا لیکن اس کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں تھا کیوں کہ جناب رسول اکرم ﷺ ہی ہر مسئلے کی توضیح فرمایا کرتے تھے۔ بعدازاں عہدِ خلافت راشدہ میں اس کے دائرے میں وسعت پیدا ہوئی اور فکر واجتہاد کی بنا پر کئی امور ومسائل میں مختلف تعبیرات سامنے آئیں۔

---

[3]۔ جرجانی، الشریف علی بن محمد، سید، شرح المواقف، (ایران: مطبوعہ منشورات الشریف)، ج:8، ص: 281-280

Jurjānī, Al-Sharif Ali bin Muḥammad, Sayyid, Sharḥ al-Muwafiq, (Irān: Printed Manshorāt Al-Sharif), Vol.: 8, p.: 280.281

[4]۔ شاہ اسماعیل شہید، منصب امامت، (لاہور: حاجی حنیف اینڈ سنز)، ص:17

Shāh Ismāil Shaheed,Manṣab-e-Imāmat,(Lahore: ḥājī ḥanif and sons),p.:17

تشریح و تعبیر کے اولین مصادر

تشریح و تعبیر کے مصادر میں اولین حیثیت قرآن مجید کو حاصل ہے اور اسی کی روشنی میں مسائل کی شرح و وضاحت کی جاتی ہے۔ پھر نصوصِ قرآنی کی تفسیر میں بھی مختلف رجحانات نظر آتے ہیں جن میں تفسیر ماثور اور تفسیر بالرائے کے اسالیب ہیں؛اول الذکر میں احادیث و آثار کو مدارِ تفسیر بنایا جاتا ہے اور موخر الذکر میں اجتہاد و استنباط کو بہ روئے کار لایا جاتا ہے۔اسی طرح فقہی،ادبی،کلامی اور صوفی مناہج پر مبنی تفاسیر بھی لکھی گئیں۔اس کے علاوہ سنت،آثار صحابہ وتابعین کو تشریح و تعبیر کے مصادر میں مرکزیت حاصل ہے۔

تشریح و تعبیر کے لغوی وادبی مصادرِ

لغوی وادبی مصادرِ تشریح کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ لفظ اور جملے کے وہ معنی متعین کیے جائیں جو اس جیسے استعمالات سے سامنے آتے ہیں۔اس سلسلے میں عہدِ رسالت مآب ﷺ اور جاہلی ادب کے لسانی معیارات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے کیوں کہ اسلام کے بنیادی متون (قرآن وسنت) میں اسی زمانے کی زبان وبیان کی رعایت رکھی گئی ہے۔

تشریح و تعبیر کے کلامی اور صوفی مناہج

کلامی اسلوب تشریح میں عقائد و ایمانیات سے متعلقہ موضوعات کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے اور مختلف متکلمانہ مناہج کی روشنی میں نصوص کی شرح کی جاتی ہے۔ تشریح و تعبیر کو صوفی منہج میں ذوق و وجدان کی بنیاد پر نصوص سے معانی کا استخراج کیا جاتا ہے۔ صوفیانہ طریق تفسیر میں بعض اوقات کسی خاص فلسفہ تصوف کو مد نظر رکھتے ہوئے نص کے معانی متعین کیے جاتے ہیں۔ صوفیہ کا ایک دبستان نصوص کے باطنی معانی پر بہت زور دیتا ہے اور نصوص کے ایسے مفاہیم بیان کرتا ہے جن کی ظاہری مفہوم سے سرسری مناسبت بھی نہیں ہوتی۔ ظاہر و باطن کا یہ قضیہ بجائے خود انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ اسماعیلی مکتب کے یہاں باطنی معانی پر اصرار نے بہت سے مسائل کو جنم دیا ہے جن کا تجزیہ ضروری ہے۔

عصمت نبوت کے اثبات میں وارد نصوص کا تجزیہ

قبل النبوۃ یا بعد النبوۃ عصمت عن الکفر پر اجماع امت ہے جمہور اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی نبوت کے زمانہ میں کبائر سے مطلقاً اور صغائر سے عمداً معصوم ہیں۔اس دعویٰ پر دلائل درج ذیل ہیں:

1-قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ(اے محبوب) آپ فرمایئے (انھیں کہ) اگر تم واقعی محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ [5]

2-سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ہم خود آپ کو پڑھائیں گے پس آپ (اسے) نہ بھولیں گے [6]

3-وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے [7]

4- قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (اچانک) وہ بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے [8]

5-اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے (اس دل کو) جہاں وہ رکھتا ہے [9]

عن أنس أن رسول الله صلى الله عليه و سلم أتاه جبريل وهو يلعب مع الغلمان فأخذه فصرعه فشق عن قلبه فاستخرج منه علقة . فقال : هذا حظ الشيطان منك ثم غسله في طست من ذهب بماء زمزم ثم لأمه وأعاده في مكانه (الخ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک دن آپ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ کو پکڑ کر چت لٹا دیا، پھر انھوں نے آپ ﷺ کے (سینہ کو) دل کے قریب سے چاک کیا اور آپ ﷺ کے دل میں سے بستہ خون کا ایک سیاہ ٹکڑا نکال لیا کہ یہ تمہارے جسم کے اندر شیطان کا حصہ ہے اس کے بعد انھوں نے آپ ﷺ کے دل کو ایک سونے کی لگن میں زمزم کے پانی سے دھویا اور پھر دل کو اس کی جگہ میں رکھ کر سینہ مبارک کو اوپر سے برابر کر دیا" [10]

---

[5]۔ سورۃ آل عمران 31:3 — Surat Al-I’mrān 3:31

[6]۔ سورۃ الاعلیٰ 87:6 — Surah Al-Ala 87:6

[7]۔ سورۃ النجم 53: 3 — Surah Al-Najm 53:3

[8]۔ سورۃ مریم 30:19 — Surah Maryam19:30

[9]۔ سورۃ الانعام 124:6 — Surah Al-An'ām 6:124

[10]۔ مسلم بن الحجاج القشیری، ابو الحسین، الجامع الصحیح، (بیروت: احیاء التراث)

Muslim bin al-Ḥajjāj al-Qashirī, Abu al-Ḥusain, Al-Jāmi al-Ṣaḥiḥ, (Beirut: Aḥyā al-Tarāth),

تجزیہ

جمہور اہلسنت نے معصیت کے بارے میں اپنے موقف کی دلیل پیش کی ہے کہ انبیاء علیھم السلام نبوت سے پہلے اور بعد کے زمانہ میں کبائر سے مطلقاً اور صغائر سے عمداً معصوم ہیں۔

تشریح و تعبیر کا اصول

درج بالا آیت میں تشریح و تعبیر کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے: "تعبیر النص بعبارۃ النص"

عصمت نبوت سے بظاہر متعارض نصوص کا تجزیہ

حضرت آدم علیہ السلام

آیت:01۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ پھر پھسلا دیا انھیں شیطان نے اس درخت کے باعث اور نکلوا دیا ان دونوں کو وہاں سے جہاں وہ تھے اور ہم نے فرمایا اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور (اب) تمہارا زمین میں ٹھکانا ہے اور فائدہ اٹھانا ہے وقت مقرر تک [11]

آیت:02۔ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى [12] اور حکم عدولی ہو گئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا

تجزیہ

جمہور اہلسنت نے معصیت کے بارے میں اپنے موقف کی دلیل پیش کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے خطاء انجانے میں ہوئی ہے جیسا کہ امام سیوطیؒ رقمطراز ہیں:

> فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا، زَلَّتْ لغت میں لغزش کو کہتے ہیں، اِزْلَال، کے معنی ہیں لغزش دینا، مطلب یہ ہوا کہ شیطان نے آدم و حوا، علیہما السلام کو لغزش دیدی، قرآن کریم کے یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی یہ خلاف ورزی اس طرح کی نہ تھی، جو عام گناہ گاروں کی طرف سے ہوا کرتی ہے، بلکہ شیطان کی تلبیس سے کسی دھوکہ فریب میں مبتلا ہو کر ایسے اقدام کی نوبت آگئی کہ جس درخت کو ممنوع قرار دیا تھا اس کا پھل وغیرہ کھا بیٹھے، عَنْھا میں، عَنْ بمعنی سبب

---

[11]۔ سورۃ بقرہ 36:2 Surah Al-Baqarah2:36

[12]۔ سورۃ طہ 121:20 Surah Taha20:121

ہے یعنی اس درخت کے سبب اور ذریعہ سے شیطان نے آدم و حواء (علیہما السلام) کو لغزش میں مبتلا کر دیا"[13]

تشریح و تعبیر کا اصول

درج بالا آیت میں تشریح و تعبیر کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے:

"واما المعصية حقيقة فهى حرام يقصد الى نفسه مع العلم بحرمته معصیت کی حقیقت یہ ہے کہ ایک فعل حرام کو اس کی حرمت معلوم ہونے کے باوجود قصداً کیا جائے"[14]

حضرت ابراہیم علیہ السلام

آیت:01۔قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ ھٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ[15] (ابراہیم پکڑ کر لائے گئے تو) لوگوں نے پوچھا اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ حرکت کی ہوگی سو ان سے پوچھو اگر یہ گفتگو کی سکت رکھتے ہوں۔

آیت:02۔فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ[16] پھر کہا میری طبیعت ناساز ہے۔

تجزیہ

جمہور اہلسنت نے اس آیت سے معصیت کے بارے میں اپنے موقف کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت ایک خاص مصلحت کو سامنے رکھتے ہوئے گفتگو کی تھی جو شان نبوت کے خلاف نہیں ہے جس کی طرف ابن حزم نے توجہ دلائی ہے آپؒ رقمطراز ہیں:

"ابراہیم علیہ السلام کے سہ گانہ کذب کے متعلق عرض ہے کہ ہر کذب معصیت نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض کذب، نیکی اور فرض، واجب ہوتے ہیں جن کا تارک عاصی ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے صحیح

---

[13]۔ سیوطی، الحافظ جلال الدین، تفسیر جلالین، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ) 87
Suyuṭī, Al-Hāfiz Jalāluddin, Tafseer Jalālain, (Beirut: Dār al-Kotob al-I'lamiya) 87

[14]۔ التفتازانی، سعد الدین عمر، التلویح علی التوضیح، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ) ج:2، ص21
Al-Taftāzānī, Sa'd al-Din Umar, Al-Talwiḥ Ali al-Tawzih, (Beirut: Dār al-Kitāb Al-I'lamiyyah) Volume:2, p.:21

[15]۔ سورۃ الانبیاء21:63،62 Surah Al-Anbiyā22:62,63

[16]۔ سورۃ الصافات89:37 Surah As-Ṣāffāt89:37

روایت ہے کہ وہ شخص کاذب نہیں ہوگا جو لوگوں میں صلح کی خاطر اچھی بات پہنچائے خواہ وہ اصل میں غلط ہو، دروغ مصلحت آمیز بہ از راست فتنہ انگیز۔"[17]

تشریح و تعبیر کا اصول

درج بالا آیت میں تشریح و تعبیر کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے: "تفسیر القرآن بالاحادیث النبویۃ حدیث رسول ﷺ سے قرآنی آیت کی تفسیر و توضیح کرنا"

حضرت یوسف علیہ السلام

آیت 01۔وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚوَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ[18] اور اس عورت نے تو قصد کر لیا تھا ان کا اور وہ بھی قصد کرتے اس کا اگر نہ دیکھ لیتے اپنے رب کی (روشن) دلیل

تجزیہ

جمہور اہلسنت نے معصیت کے بارے میں اپنے موقف کی دلیل اس طرح پیش کی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی خود زلیخا کے الفاظ میں موجود ہے جیسا کہ علامہ نسفیؒ رقمطراز ہیں:

"وَلَقَدْ رَا وَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ (واقعہ میں میں نے ہی اس کو اپنی طرف میلان کیلئے پھسلایا تھا مگر وہ بچا رہا) استعصام مبالغہ کا وزن ہے اور انتہائی بلیغ انداز میں باز رہنے پر دلالت کرتا ہے اور انتہائی تحفظ کو ظاہر کرتا ہے گویا کہ وہ عصمت میں پہلے ہی ہے اور اب اس میں مزید اضافے کیلئے کوشاں ہے۔ یہ کھلی ہوئی وضاحت ہے کہ یوسف علیہ السلام اس سے بالکل بری ہیں"[19]

تشریح و تعبیر کا اصول

درج بالا آیت میں تشریح و تعبیر کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے: "القرآن یفسر بعضہ بعضا تفسیر القرآن بالقرآن"

---

[17]۔ابن حزم، علی بن احمد، عصمت انبیاء، (ملتان: میاں چنوں) ص:26

Ibn Ḥazm, Alī Ibn Aḥmad, Aṣmat-e-Anbiā, (Multān: Miān Chinnu) p.: 26

[18]۔سورۃ یوسف 12:24 Surah Yusuf12:24

[19]۔نسفی، ابوالبرکات ابواحمد بن محمود، مدارک التنزیل (لاہور: فرید بک سٹال)

Nasfī, Abul Barakāt Abu Aḥmad bin Mahmood, Madārak al-Tanzil (Lahore: Farid Bookstāll)

حضرت داؤد علیہ السلام

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ اور فوراً خیال آگیا داؤد کو ہم نے اسے آزمایا ہے سو وہ معافی مانگنے لگ گئے اپنے رب سے اور گر پڑے رکوع میں اور (دل و جان سے) اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔[20]

تجزیہ

جمہور اہلسنت نے معصیت کے بارے میں اپنے موقف کی دلیل پیش کی کہ یہ اللہ تعالی کی آزمائش تھی جیسا کہ علامہ عندلسیؒ رقمطراز ہیں:

"حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے وقت کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا ایک دن عام لوگوں سے خطاب کے لیے، ایک دن مقدمات کے فیصلے کے لیے، ایک دن اہل و عیال کے لیے اور ایک دن صرف اللہ تعالی کی عبادت کے لیے مختص تھا اس دن اچانک چند آدمی حجرے کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام گھبرا گئے اور یہ گمان کیا کہ یہ لوگ لوٹ مار کے لیے آئے ہیں۔ کیونکہ اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام حجرے میں بالکل تنہا تھے۔ جب ان پر یہ بات واضح ہوئی کہ یہ لوگ ایک مقدمے کا فیصلہ کرانے آئے ہیں ان کا لوٹ مار کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ان پر آزمائش ہے تو انہیں اپنے گمان پر ندامت ہوئی۔ انھوں نے اللہ تعالی سے معافی مانگی اور اس کی طرف جھک گئے اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کیا"[21]

تشریح و تعبیر کا اصول

درج بالا آیت میں تشریح و تعبیر کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے: "تفسیر القرآن باقوال صحابہ رضی اللہ عنہم آثار صحابہ سے قرآنی آیت کی تفسیر و توضیح کرنا"

---

[20]۔ سورۃ ص24:38 Surah Sad38:24

[21]۔ عندلسی، محمد بن یوسف، البحر المحیط، (بیروت دار الفکر)، ج:7، ص391
A'ndalusī, Muḥammad bin Yusuf, Al-Bahr Al-Muḥiṭ, (Beirut Dār Al-Fikr), vol.:7, p.:391

حضرت یونس علیہ السلام

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ اور بیشک یونس بھی (ہمارے) رسولوں میں سے ہیں جب وہ بھاگ کر گئے تھے بھری ہوئی کشتی کی طرف (سوار ہونے کے لیے) پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوئے اور دھکیلے ہوؤں میں سے ہو گئے[22]

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور یاد کرو ذوالنون کو جب وہ چل دیا غضبناک ہو کر اور یہ خیال کیا کہ ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کریں گے پھر اس نے پکارا (تہ در تہ) اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاک ہے تو بیشک میں ہی قصور واروں سے ہوں[23]

تجزیہ

جمہور اہلسنت نے معصیت کے بارے میں اپنے موقف کی دلیل پیش کی ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے اجتہاد کیا تھا اور اجتہادی خطا گناہ نہیں ہوتا جیسا کہ عبد الماجد دریاآبادی لکھتے ہیں:

> "(اپنی اس اجتہادی غلطی پر) قرب عذاب کے وقت شہر چھوڑ کر چلا جانا کوئی معصیت نہ تھی۔ تاہم ایک پیغمبر کے مرتبہ سے بعید تھا کہ ایماء خداوندی کے بغیر اتنا قدم بھی اٹھائے اور اس پر بطور تنبیہ کچھ کلفت جسمانی اٹھانا پڑی، ورنہ حقیقی معصیت اور حقیقی عذاب سے تو کسی نبی کو کوئی واسطہ ہی نہیں ہو سکتا"

تشریح و تعبیر کا اصول

درج بالا آیت میں تشریح و تعبیر کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے: "تفسیر القرآن بالاجتهاد اجتہادی رجحان سے قرآنی آیت کی تفسیر و توضیح کرنا"

حضرت شعیب علیہ السلام

---

[22] ۔سورۃ الصافات 37: 141، 140، 139، — Surah As-ṣāffāt, 37:139,140,141

[23] ۔سورۃ الانبیاء 21:87 — Surah Anbiya, 21:87

آیت:01۔قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ کہنے لگے وہ سردار جو غرور و تکبر کیا کرتے تھے ان (شعیب علیہ السلام) کی قوم سے یا تو ہم نکال کر رہیں گے تمہیں اے شعیب (علیہ السلام) اور جو ایمان لائے تمہارے ساتھ اپنی بستی سے یا تمہیں لوٹ آنا ہوگا ہماری ملت میں۔ شعیب نے کہا اگر ہم اس (ارتداد) کو ناپسند بھی کرتے ہوں[24]

تجزیہ

جمہور اہلسنت نے اس آیت سے معصیت کے بارے میں اپنے موقف کی دلیل پیش کی ہے کہ اس آیت میں عود کا لفظ لوٹنا نہیں بلکہ یہاں معنی صیرورۃ ہے جیسا کہ علامہ زمخشریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اگر تو یہ کہے کہ انبیاء علیہم السلام ان کی ملت پر تھے یہاں تک کہ واپس آ گئے تو میں کہوں گا معاذاللہ کیونکہ عود کلام عرب میں صیرورۃ کے معنی میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے قرآن کریم کی آیت وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ میں اس کی تصریح ملتی ہے۔"[25]

تشریح و تعبیر کا اصول

درج بالا آیت میں تشریح و تعبیر کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے: "المصادر المعجمیۃ والادبیۃ للتفسیر تشریح و تعبیر کے لغوی اور ادبی مصادر"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

آیت:01۔مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰي حَتّٰي يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭتُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭوَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ[26] نہیں مناسب نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کرلے زمین میں تم چاہتے ہو دنیا کا سامان اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے آخرت اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب (اور) دانا ہے اور اگر نہ ہوتا حکم الٰہی پہلے سے (کہ خطاء اجتہادی معاف ہے) تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے بڑی سزا۔

---

[24]۔سورۃ الاعراف 7:88 — Surah Al-A’rāf7:88

[25]۔علامہ زمخشریؒ، تفسیر الکشاف، ج:3، ص:368 — Allāma Zamhashrī, Tafseer al-Kashāf, Vol.3:, p.368:

[26]۔سورۃ الانفال 8:67 — Surah Al-Anfāl8:67

تجزیہ

جمہور اہلسنت نے معصیت کے بارے میں اپنے موقف کی دلیل پیش کی ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے اجتہاد کیا تھا اور اجتہادی خطا گناہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ احمد یار خان نعیمیؒ نے لکھا ہے:

"اجتہادی غلطی کرنے والوں پر عذاب نہ کرے گا یا اصحاب بدر پر عذاب نہیں ہو سکتا نہ دنیا میں نہ آخرت میں یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہد کی خطا معاف ہے اگرچہ کیسی ہی خطا کرے۔ نبی کریم کا اپنے صحابہ سے مشورہ فرمانا اور صدیق اکبر کی رائے پر قیدیوں سے فدیہ قبول فرمالینا اجتہاد کے جواز کا اعلان کر رہا ہے اگر اجتہاد بالکل منع ہوتا تو حضور یہ مشورہ ہر گز نہ کرتے"[27]

تشریح و تعبیر کا اصول

درج بالا آیت میں تشریح و تعبیر کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے: "تفسیر القرآن بالاجتھاد اجتہادی رجحان سے قرآنی آیت کی تفسیر و توضیح کرنا"

آیت 02۔ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى [28] تاکہ دور فرمادے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے اور مکمل فرمادے اپنے انعام کو آپ پر اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر

تجزیہ

جمہور اہلسنت نے معصیت کے بارے میں اپنے موقف کی دلیل پیش کی ہے کہ آپ ﷺ سے منسوب ذنب کے لفظ کا معنی الزام ہے جس طرح قرآن کریم میں حضرت موسی علیہ السلام کے واقع میں مذکور ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری کے تحت لکھتے ہیں:

"بظاہر اس آیت کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ عفو و غفران کا مژدہ بجا، لیکن اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ سے گناہوں کا صدور پہلے بھی ہوتا رہا اور بعد میں بھی ہوتا رہے گا (العیاذ باللہ) حالانکہ اس عقیدہ پر امت کا اجماع ہے کہ ہر نبی

---

[27]۔ نعیمی، احمد یار خان، نور العرفان، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)
Na'eemī, Aḥmad yār Khān, Nurul-Irfān, (Lahore, Ziā-ul-Qur'ān Publīcations

[28]۔ سورۃ الفتح 2:48
Surah Al-Fath2:48

خصوصاً نبی الانبیاء، سید المرسل ﷺ معصوم ہیں۔ حضور ﷺ کے دامن عصمت پر گناہ کا کوئی داغ نہیں ہے۔اس شبہ کو دور کرنے کے لیے علمائے تفسیر نے متعدد جواب دیے ہیں جن کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

ا۔ یہاں گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔

۲۔ یہاں گناہ سے مراد خلاف اولیٰ ہے اور حسنات الابرار سیئات المقربین کے قاعدے کے مطابق خلاف اولیٰ کو گناہ کہا گیا ہے۔

۳۔ وہ فعل اگرچہ نہ گناہ صغیرہ ہے نہ خلاف اولیٰ، لیکن حضور کی نگاہ عالی میں وہ نہیں جچتا اس لیے حضور ﷺ کے مقام رفیع کے باعث اسے ذنب (گناہ) کہہ دیا گیا ہے۔

۴۔ بعض علما نے غفر کا معنی بچا لینا اور محفوظ کر لینا کیا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے۔اس حفاظت ربانی کے باعث نہ پہلے آپ سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا اور نہ آئندہ کبھی کوئی گناہ سرزد ہو گا۔

۵۔ بعض علما نے یہ توجیہہ کی ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مغفرت عامہ کی بشارت دے کر حضور ﷺ کے قلب مبارک کو مطمئن کر دیا جائے۔یعنی پہلے تو آپ سے کوئی غلطی سرزد ہی نہیں ہوئی، بالفرض اگر کوئی سہوا سرزد ہو گئی ہو تو بھی اس سے عفو و درگزر کا مژدہ سنایا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کی خلش یا مواخذے کا اندیشہ نہ رہے۔

یہ سارے جوابات اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں، لیکن کلام کے سیاق وسباق کو پیش نظر رکھا جائے، تو ان میں سے کوئی مفہوم یہاں چسپاں نہیں ہوتا۔فتح مبین کی غرض وغایت یا اس کا نتیجہ اور انجام مغفرت بتایا گیا ہے، لیکن فتح اور مغفرت میں کوئی مناسبت نہیں۔اس لیے اس آیت میں مزید غور وخوض کی ضرورت ہے تاکہ آیات کا باہمی ربط بھی واضح ہو جائے اور عصمت نبوت پر بھی کسی کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے۔ذنب کے لفظ پر غور کیا جائے تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔ذنب کا معنی عام طور پر گناہ کیا جاتا ہے۔گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو، لیکن اہل لغت لفظ ذنب کو الزام کے معنی میں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس شخص سے صادر بھی ہوا ہو، بلکہ بسا اوقات بلاوجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔اسی مادہ کے دو اور لفظ ہیں ذنب اور ذنوب۔ذنب کا معنی دم ہے جو جانور کے جسم کے آخر میں چمٹی ہوتی ہے۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے جسم کا حصہ نہیں، بلکہ باہر سے اس کے ساتھ چمٹا دی گئی ہے۔اور پانی نکالنے والے ڈول کو ذنوب کہتے ہیں جو رسی کے ایک سرے سے بندھا

رہتا ہے۔اسی مناسبت سے ذنب کا اطلاق الزام پر بھی ہو سکتا ہے جو کسی شخص کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے، خواہ اس نے اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔قرآن کریم میں بھی ذنب کا لفظ الزام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ایک روز موسیٰ (علیہ السلام) نے ایک اسرائیلی اور ایک قبطی کو باہم لڑتے دیکھا۔قبطی اسرائیلی کو زدوکوب کر رہا تھا۔اسرائیلی نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو دیکھا تو انھیں مدد کے لیے پکارا۔آپ نے پہلے قبطی کو منع کیا کہ غریب اسرائیلی پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔جب وہ باز نہ آیا تو آپ نے اسے ایک مکا دے مارا جو اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔اپنے زیر دست ساتھی کی مدد کرنا، اس کے بچاؤ اور اپنے دفاع کے لیے حملہ آور کو مکا مارنا شرعاً کوئی جرم ہے نہ عرف میں یہ فعل قبیح ہے، لیکن فرعون چونکہ آپ کا دشمن تھا اور انھیں حکومت کا باغی تصور کرتا تھا، اس نے آپ پر قتل کا الزام رکھا تھا اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ آپ کو وہی سزا دیتا جو قتل عمد کی ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دعوت حق دو، تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: ولم علی ذنب فاخاف ان یقتلون۔(٢٦: ١٤) انھوں نے مجھ پر الزام لگا رکھا ہے، پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔اس آیت میں ذنب سے مراد گناہ نہیں، بلکہ الزام ہے۔کیونکہ آپ نے اپنے اور اپنے امتی کے بچاؤ کے لیے یہ اقدام کیا تھا۔آپ کا ارادہ اس کو قتل کرنے کا ہرگز نہ تھا اور نہ عام طور پر مکا لگنے سے موت واقع ہوتی ہے۔ان آیات کے سیاق و سباق کو مدنظر رکھا جائے، تو یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔غفر کا معنی چھپا دینا، دور کر دینا۔ماتقدم سے مراد ہجرت سے پہلے اور ماتأخر سے مراد ہجرت کے بعد۔یعنی اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں، اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا"[29]

تشریح و تعبیر کا اصول

درج بالا آیت میں تشریح و تعبیر کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے: "القرآن یفسر بعضہ بعضا تفسیر القرآن بالقرآن"

حدیث: 01۔عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنْ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ قَالُوا إِنَّا لَسْنَاكَهَيأتِکَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ

[29]۔الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، تفسیر ضیاء القرآن، (ضیاء القرآن پبلی کیشنز)، ج:4، ص:531

Al-Azharī, Muḥammad Karam Shāh, Pir, Tafsir Ziā-ul-Qur'ān, (Ziā-ul-Qur'ān Publications), vol:4, p.:531

فَيَغْضَبُ حَتَّى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ يَقُولُ إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللَّهِ أَنَا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو ایسے اعمال کا حکم دیتے جو وہ (ہمیشہ) کر سکیں (عبادات شاقہ کی ترغیب کبھی ان کو نہ دیتے تھے) صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ مثل نہیں ہیں، بیشک اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں، اس پر آپ ﷺ غضب ناک ہوئے حتی کہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے غصہ (کا اثر) ظاہر ہونے لگا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا جاننے والا میں ہوں[30]

حدیث:02۔عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ الْأَغَرِّ الْمُزَنِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ حضرت اغر مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے دل پر (کبھی کبھی) غفلت آجاتی ہے اسی وجہ سے میں دن میں سو مرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں[31]

تجزیہ

جمہور اہلسنت نے معصیت کے بارے میں اپنے موقف کی دلیل پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ساتھ والا شیطان اسلام لے آیا۔اس طرح اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو شر شیطان اور گناہوں سے محفوظ فرمادیا جس طرح صحیح مسلم شریف میں روایت مذکور ہے:

> "عن ابن مسعود رضی االله عنه قال:قال رسول االله صلی الله علیه وسلم ما منکم من أحد إلا و قد وکل به قرینه من الجن ۔ قالوا و إیاک یا رسول االله ۔ قال و إیای الا ان الله أعاننی علیه فأسلم ، فلا یأمرنی إلا بخیر ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے، مگر یہ کہ اس کا ہم نشین جن نہ ہو۔لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ، کیا آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے؟آپ نے

[30]۔البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،(کراچی: قدیمی کتب خانہ)، حدیث نمبر19
Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismāil, Al-Jāma'i al-Ṣaḥiḥ,(Karāchī: Qadeemi Katabkhāna), Ḥadith No. 19

[31]۔مسلم بن الحجاج القشیری، ابوالحسین، الجامع الصحیح،(بیروت: احیاء التراث)، حدیث نمبر2357
Muslim bin al-Ḥajjāj al-Qashirī, Abu al-Ḥusain, Al-Jāmi al-Ṣaḥiḥ, (Beirut: Aḥyā al-Tarath), Ḥadith No. 2357

فرمایا: ہاں، میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ نے میری مدد کی، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ لہٰذا وہ مجھے خیر ہی کی باتیں کہتا ہے"[32]

تشریح و تعبیر کا اصول

درج بالا احادیث میں تشریح و تعبیر کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے: "تشریح الاحادیث بالاحادیث النبویۃ حدیث رسول ﷺ سے حدیث رسول ﷺ کی تشریح و تعبیر کرنا"

عصمت نبوت میں کلامی مکاتب فکر کی آراء

کلامی مکاتب فکر سے مراد اسلامی عقائد کے متعلق تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں رونما ہونے والے متعدد مکاتب فکر اور فرقے ہیں۔ ابوزہرہ کے مطابق قدریہ، جہمیہ، مرجئہ، معتزلہ، باطنیہ، اشعری، اور اثری ماتریدی اسلامی عقائد کے قدیم مکاتب فکر ہیں۔اسلام یا مسلمانوں کا دو مرکزی دھاروں اہل سنت اور اہل تشیع میں تقسیم ہو جانے کا ابتدائی محرک الہیاتی سے زیادہ سیاسی تھا۔ لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان دونوں فرقوں کے درمیان الہیاتی یا معروف اصطلاح میں عقیدے کے اختلافات بھی جنم لینے لگے جو موجودہ دور میں اتنی شدت اختیار کر چکے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک گروہ سے تعلق رکھنے والا شخص دوسرے سے یکسر کاٹ دیا جاتا ہے بلکہ بعض متشدد علما و مجتہدین ایک دوسرے کی تکفیر کے بھی قائل ہیں۔ مثلاً ایک معتزلی شخص جعفری اور زیدی ہو سکتا ہے یا پھر حنفی؛ بیک وقت دونوں دھاروں میں شامل ہو کر زندگی گزارنا اب محال معلوم ہوتا ہے۔

عصمت نبوت سے متعلق اثریہ/سلفیہ/حنبلیہ کی آراء

اثری تحریک کے پیروکاروں کے یہاں عقائد اور ایمانیات کے باب میں قرآنی آیات اور خصوصاً احادیث نبوی کے ظاہری معانی ہی تنہا حجت ہیں۔ نیز علم کلام کے ذریعہ کلامی مناقشات میں پڑنا خواہ کوئی شخص ان کی مدد سے راہ راست پر آجائے، مطلقاً ممنوع ہے اثریہ کے یہاں فہم قرآن کے لیے تاویل کے برخلاف ظاہری معانی اور واضح تشریحات ہی کافی سمجھے جاتے ہیں۔ وہ قرآنی آیات کے معانی و مفاہیم کے عقلی تخیل سے سخت احتراز کرتے اور کہتے ہیں

---

[32]۔ مسلم بن الحجاج القشیری، ابو الحسین، الجامع الصحیح، (بیروت: احیاء التراث)

Muslim bin al-Ḥajjāj al-Qashirī, Abu al-Ḥusain, Al-Jāmi al-Ṣaḥiḥ, (Beirut: Aḥyā al-Tarath)

کہ اس کے اصل معنی خدا کے علم میں ہیں۔الغرض وہ قرآنی مفاہیم کو" بلا کیف "یا بغیر کسی کیوں کے تسلیم کر لیتے ہیں۔دوسری جانب مشہور حنبلی عالم ابوالفرج ابن جوزی اپنی کتاب اخبار الصفات میں بیان کرتے ہیں کہ احمد بن حنبل نے قرآنی آیات کی تجسیمی تشریحات پر شدت سے نکیر کی ہے۔اس طرح کی تشریحات قاضی ابو یعلی، ابن حمید اور ابن زغونی کے یہاں ملتی ہیں۔ اثری حنبلیوں پر ابن جوزی کی انہی تنقیدوں سے پروفیسر محمد ابو زہرہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سلفی عقائد کی بنیاد تعطیل اور مطلق ظاہریت ہی کے مشترکہ خمیر سے اٹھی ہے۔مطلق ظاہریت اور تاویل کا ابطال کامل اسلامی الہیات کے اس نسبتاً نئے مکتب فکر کی بنیادی خصوصیات میں شامل ہیں۔ان کی نمائندہ تفسیر "تفسیر مکہ ہے۔

مولانا صلاح الدین یوسف لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کے تحت لکھتے ہیں:

> "اس سے مراد ترک اولی والے معاملات یا وہ امور ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے فہم واجتہاد سے کیے لیکن اللہ نے انھیں ناپسند فرمایا جیسے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ وغیرہ کا واقعہ ہے جس پر سورۃ عبس کا نزول ہوا یہ معاملات وامور اگرچہ گناہ اور منافی عصمت نہیں لیکن آپ کی شان ارفع کے پیش نظر انھیں بھی کوتاہیاں شمار کر لیا گیا جس پر معافی کا اعلان فرمایا جا رہا ہے لیغفر میں لام تعلیل کے لیے ہے یعنی یہ فتح مبین ان تین چیزوں کا سبب ہے جو آیت میں مذکور ہیں اور یہ مغفرت ذنوب کا سبب اس اعتبار سے ہے کہ اس صلح کے بعد قبول اسلام کرنے والوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ ہوا جس سے آپ ﷺ کے اجر عظیم میں بھی خوب اضافہ ہوا اور حسنات و بلندی درجات میں بھی"[33]

عصمت نبوت سے متعلق اشاعرہ کی آراء

اشعری مکتب فکر کے بانی ابوالحسن اشعری پہلے معتزلی تھے،بعد میں انہوں نے اعتزال سے تائب ہو کر اپنا علیحدہ مکتب فکر قائم کیا جو اشعری کہلایا۔ اس مکتب فکر کی بنیاد معتزلی عقائد کے رد و مخالفت میں رکھی گئی تھی۔ اشعری نے معتزلیوں کے جواب میں یہ نقطہ نظر اپنایا کہ کوئی انسان محض عقل کی بنیاد پر حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا

---

[33] ۔یوسفؒ، مولانا محمد صلاح الدین، تفسیر مکہ ،(شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس)،ص:1442
Yusuf, Maulānā Muḥammad ṣalāhuddin, Tafseer Makkah, (Shāh Fahd Qur’ān Printing Complex), p.:1442

بلکہ اسے وحی الٰہی کی مدد سے جاننا ہوگا۔ نیز ابوالحسن اشعری کا نظریہ تھا کہ ایک انسانی دماغ وحی الٰہی کی مدد کے بغیر حق و باطل میں تمیز بھی نہیں کر سکتا۔ موجودہ دور میں اشعری مکتب فکر کو اسلامی الٰہیات کے درست ترین اور مسلمہ مکاتب فکر میں شمار کیا جاتا ہے۔ نیز یہ فقہ شافعی کی بنیاد بھی ہے، چنانچہ ممتاز شافعی علما کی بڑی تعداد اشعری رہی ہے، مثلاً ابو الحسان باہلی، ابو بکر باقلانی، امام الحرمین جوینی، رازی اور غزالی قابل ذکر ہیں۔ یوں اشعری مکتب فکر کا اہلسنت والجماعت کے عقائد کے مرکزی اور اہم ترین مکاتب فکر میں شمار ہونے لگا۔

امام فخر الدین رازیؒ رقمطراز ہیں:

"معصوم وہ ہے جس کو گناہ کے کرنے پر قدرت نہ ہو۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ گناہ پر قدرت تو ہوتی ہے لیکن معصوم کے بدن اور نفس میں ایسی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ ان کو گناہ کے اقدام سے روکتے ہیں

عصمت کے مسئلہ میں علماء کے اختلاف کے بارے میں امام رازی فرماتے ہیں، اس مسئلہ میں اختلاف چار مقامات پر واقع ہوا ہے:

1۔ اعتقاد سے متعلق: تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ انبیاء کفر اور بدعات سے معصوم ہوتے ہیں مگر خوارج میں ایک فرقہ " فضیلة" انبیاء سے کفر کے وقوع ہونے کے قائل ہیں۔

2۔ شریعت کے تمام احکام سے متعلق: اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء سے اس باب میں قصداً یا سہواً تحریف یا خیانت ناممکن ہے۔

3۔ فتوی سے متعلق: اُمت کا انبیاء سے اس باب میں قصداً خطاء کے نہ ہونے پر اتفاق ہے لیکن سہواً غلطی کے بارے میں اختلاف ہے۔

4۔ انبیاء کے افعال اور احوال سے متعلق: اس بارے کئی اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کے ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں قصداً صغیرہ گناہ تو ہو سکتا ہے لیکن کبیرہ نہیں۔ بعض دوسرے کہتے ہیں کہ صغیرہ گناہ بھی عمداً نہیں ہو سکتا۔ پھر وقت کے اعتبار سے بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں یہ سب معصوم ہونا پیدائش سے لیکر آخری عمر تک، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف نبوت کے زمانے میں گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ امام رازی کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ انبیاء نبوت کے زمانے میں کبیرہ اور صغیرہ کے قصداً/عمداً سے معصوم ہوتے ہیں لیکن سہواً جائز ہے یعنی ہو سکتے ہیں "[34]

[34]۔ رازی، امام فخر الدین، تفسیر مفاتیح الغیب المشهور بتفسیر الکبیر، (بیروت دار الفکر)، ج:2، ص:28

عصمت نبوت سے متعلق ماتریدیہ کی آراء

ابو منصور ماتریدی نے ماتریدی مکتب فکر کی بناڈالی۔ مسلمان الہیات دانوں اور متکلمین میں ابو منصور ماتریدی کو خاص مقام حاصل ہے۔ اس مکتب فکر کا دائرہ اثر خصوصاً ان علاقوں پر زیادہ محیط رہا جو سلطنت عثمانیہ اور مغلیہ سلطنت کے زیر نگین تھے۔ موجودہ دور میں ماتریدی مکتب فکر اہل الرائے یعنی فقہ حنفی اور فقہ مالکی کے یہاں رائج ہے۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو دنیا کے مسلمانوں کی اکثریت ماتریدی ہے۔اس کی نمائندہ تفسیر تاویلات اہل سنت ہے۔

ابو منصور ماتریدی وَظَنَّ دَاوُدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَاب کے تحت لکھتے ہیں کہ زلات انبیاء علیہم السلام کے گناہ نہیں ہوتے بلکہ یہ امت کے امتحان کے لیے ہوتی ہیں کہ امت ان زلات کے سبب انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کیا نظریہ رکھتی ہے:

"ذکر زلاتهم امتحاناً منه عباده أن كيف يعاملون رسلهم بعد ما عرفوا منهم الزلات وأظهر عنهم العثرات ان سے زلات کاذکر کیا جاتاہےامت کے امتحان کے لیے کہ وہ رسولوں کے ساتھ کیاسلوک کریں گےاس کے باوجود کہ ان سے زلات کاصدور ہواہے"[35]

عصمت نبوت سے متعلق معتزلہ کی آراء

سب سے پہلا گروہ جس نے اس عقیدے کواپنایااور تبلیغ کی وہ معتزلہ تھے۔ان کاعقیدہ تھاکہ حق کو محض عقل کی مدد سے جاناجاسکتاہے۔آٹھویں صدی عیسوی میں عراق کے شہر کوفہ میں اس وقت اعتزالی مکتب فکر کی بنیادپڑی جب حسن بصری نے عقیدے کے ایک مسئلہ پر تنازع پیداہونے کے بعد واصل ابن عطا کواپنے حلقہ درس سے یہ کہہ کر خارج کردیا :اعتزل عنا(ہم سے دور ہو جاؤ)۔ معتزلہ کااعتقاد ہے کہ وحی کے ذریعہ معلوم ہونے والے تمام امور کو محض عقل کی مدد سے بھی دریافت کیا جا سکتاہے۔دراصل معتزلہ یونانی فلسفہ سے بے حد متاثر تھےاور فلوطین کے افکار کواپنانا شروع کردیاتھا۔ معتزلہ کے نوافلاطونی افکار وعقائد نے اسلامی معاشرے میں ان

Rāzī, Imām Fakhr al-Din,Tafsir Mufātiḥ al-Ghayb al-Mashur Batafsir al-Kebir, (Birut Dār al-Fikr), vol.:2, p.:28

[35]۔الماتریدی،ابو منصور محمد بن محمد، تفسیر ماتریدی،(بیروت دارالکتب العلمیہ1426ھ)،ج8،ص618

Al Māturidī, Abu Manṣoor Muḥammad, Tafseer al-Mātridī, (Beirut Dār al-Kitāb al-U’lamiya), Vol.:8, p.:618

کے خلاف زبردست رد عمل پیدا کیا۔ انہیں سخت سیاسی رد عمل کا بھی سامنا کرناپڑااور ساتھ ہی اسلامی الٰہیات کے نئے مکاتب فکر نے ان کے خلاف علمی و عقلی بنیادوں پر زبردست محاذ آرائی کی۔ ان وجوہات کی بناپر معتزلہ بتدریج کمزور ہوئے اور بالآخر معدوم ہو گئے۔ اہل سنت انہیں الہیات کے قدیم مسلمہ مکاتب فکر میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ اس کی نمائندہ تفسیر الکشاف ہے۔

علامہ زمخشریؒ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ [36] کے تحت لکھتے ہیں:

"ویجب أن یکونوا معصومین من ارتکاب الکبائر ومن الصغائر التي فیها تنفیر قبل المبعث وبعده انبیاء علیہم السلام کے لیے ضروری ہے وہ قبل از اعلان نبوت اور بعد از اعلان نبوت کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے معصوم ہوں"[37]

عصمت نبوت سے متعلق خوارج کی آراء

یہ گروہ جس کی اکثریت بدوی عراقیوں کی تھی۔ جنگ صفین کے موقع پر سب سے پہلے نمودار ہوا۔ یہ لوگ حضرت علی کی فوج سے اس بناپر علیحدہ ہوگئے کہ انھوں نے امیر معاویہ کی ثالث کی تجویز منظور کر لی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ خارجیوں کے خیال میں حضرت علی نے امیر معاویہ کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھااس کے مطابق وہ اب امیر المومنین نہیں رہے تھے۔ خارجیوں کا نعرہ تھا کہ "حاکمیت اللہ ہی کے لیے ہے" انھوں نے شعث بن راسبی کی سرکردگی میں مقام حروراء میں پڑاؤ ڈالا اور کوفہ، بصرہ، مدائن وغیرہ میں اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کردی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دینی معاملات میں انسان کو حاکم بنانا کفر ہے اور جو لوگ ایسے فیصلوں کو تسلیم کرتے ہیں وہ واجب القتل ہیں۔ ان کے بانیان عبداللہ بن الکواء، عتاب بن الاعور، عبداللہ بن وہب راسبی، عروہ بن جریر، یزید بن عاصم محاربی، حرقوص بن زہیر بجلی المعروف بہ ذوالثدیہ تھے۔ اُس وقت یعنی نہروان کی جنگ کے وقت ان کی تعداد بارہ ہزار تھی اور یہ صوم و صلاۃ کے بہت پابند تھے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا پہلا شخص ذوالخویصرہ اور (پہلے منظّم ظہور میں) آخری ذوالثدیہ ہے۔ اس کی نمائندہ تفسیر تیسیر التفسیر ہے۔

[36]۔ سورۃ الشوری 52:42 Surah Ash-Shura42:52

[37]۔ علامہ زمخشریؒ، تفسیر الکشاف، ج:4، ص:235 Allāma Zamhashrī, Tafseer al-Kashāf, Vol.:4, p.:235

خوارج کے نزدیک انبیاء علھم السلام اعلان نبوت سے قبل گمراہ ہو سکتے ہیں اور ان سے گناہوں کا صدور بھی ممکن ہے چونکہ خوارج کے نزدیک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کفر ہے۔اس لیے ان کے نزدیک انبیاء علیھم السلام سے کفر کا صدور ممکن ہے

ڈاکٹر ابوالنور الحدیدی عصمۃ الانبیاء میں لکھتے ہیں:

"خورج کے فرقہ ازارقہ کا نظریہ ہے کہ انبیاء علیھم السلام سے کفر کا صدور ہو سکتا ہے"[38]

علامہ تفتازانی شرح المقاصد میں رقمطراز ہیں:

"خورج کے فرقہ ازارقہ کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالی ایسے شخص کو بھی نبی بنا سکتا ہے جس کے بارے میں اسے معلوم ہو کہ نبوت کے بعد وہ کفر کرے گا"[39]

عصمت نبوت سے متعلق جہمیہ کی آراء

اس فرقے کا بانی جہم بن صفوان تھا ان کا عقیدہ تھا کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے نہ اس میں قدرت پائی جاتی ہے نہ ارادہ اور نہ اختیار۔ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ نے انسان کو جبراً گناہوں پر لگا رکھا ہے۔ ایمان کے بارے میں اس کا عقیدہ تھا کہ ایمان صرف معرفت کا نام ہے جو یہودی نبی ﷺ کے اوصاف سے باخبر ہیں وہ مومن ہیں یہ فرقہ اللہ تعالی کی صفات کا منکر تھا۔ یہ کہتا تھا کہ اللہ تعالی کو ان اوصاف سے متصف نہیں کیا جا سکتا جن کا اطلاق مخلوق پر ہوتا ہے۔ان کے نزدیک اللہ تعالی کی تمام صفات کا انکار کرنا توحید ہے۔ جنت و دوزخ میں لوگوں کو داخل کر کے فنا کر دیا جائے گا اس کے بعد فقط اللہ کی ذات باقی رہے گی۔ان کے نزدیک انبیاء سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے کیوں کہ وہ نبی اور امتی کے ایمان کو ایک جیسا سمجھتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جس طرح امتی سے گناہ ہو سکتا ہے اسی طرح نبی سے بھی گناہ ہو سکتا ہے۔

امام عثمان بن سعید الدارمی رقمطراز ہیں:

---

[38]۔الحدیدی ابوالنور، ڈاکٹر، عصمۃ الانبیاء، (مصر: مطبعۃ الامانۃ شارع جزیرۃ)، ص77

Al-Ḥadidī AbuAlnoor , Dr., Aṣma Al-Anbiyā, (Egypt: Mutabat al-Amānat Shāriah Jazeera), p.:77

[39]۔سعد الدین تفتازانی، علامہ مسعود بن عمر، شرح المقاصد، (بیروت: عالم الکتب لطباع والنشر)، ج:5، ص:53

Sa’d al-Din Taftāzānī, Allāma Mas’ood bin Umar, Sharḥ al-Maqāṣid, (Beirut: A’ālam al-Kutab for Literature and Publishing), vol.:5, p.:53

"القول بعدم التفاضل اهل الايمان فيه،فالايمان الانبياءوايمان الامةعلى نمط واحد انبیاءاوران کے امتیوں کا ایمان یکساں اور ایک درجہ کا ہے اس میں کوئی تفاوت نہیں" [40]

عصمت نبوت سے متعلق امامیہ اثنا عشریہ کی آراء

اثنا عشریہ بارہ اماموں کے قائل ہیں۔ بارہویں امام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ غیبت کبریٰ میں چلے گئے اور قیامت سے کچھ پہلے ظہور فرمائیں گے۔ شیعی احادیث میں ان اماموں کے اقوال بھی شامل ہوتے ہیں۔ ان کے کچھ عقائد اور اعمال پر بہت سے مسلمانوں کو سخت اعتراض ہے جن میں محرم کی عزاداری یعنی ماتم اور صحابہ پر تبرا قابل ذکر ہیں۔ اہل تشیع میں اثنا عشری 93 فیصد ہیں، اس لحاظ سے اثنا عشریہ اہل تشیع کا سب سے بڑا مکتب فکر سمجھا جاتا ہے آذر بائیجان، ایران، عراق، لبنان اور بحرین میں ان کی بڑی آبادی موجود ہے۔ نیز افغانستان ،بھارت، پاکستان، کویت ،اور سعودی عرب کے مشرقی خطے میں قابل ذکر ذکر تعداد آباد ہے۔ اثنا عشری شیعہ فقہ جعفری یا باطنی کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کی نمائندہ تفسیر مجمع البیان ہے۔ اثنا عشری انبیاء کے ساتھ ساتھ ائمہ کرام کی معصومیت کے بھی قائل ہیں۔

امام باقر مجلسی حق الیقین میں رقمطراز ہیں:

"باجمع شیعہ و نصوص متواترہ وارد ستبر آنکہ جمیع انبیاء از اول عمر تا آخر عمر معصوم مند از گناھان صغیرہ و کبیرہ عمدا وسہوا ودریں باب ادلہ عقلیہ نقلیہ قائم است وسہو نسیان برایشاں در تبلیغ رسالت و وحی البتہ جائز نیست والا بر قول ایشاں اعتماد نتواں کرد وامادر غیر از امور عادیہ وعبادات، بامشہور عیاں علمای امامیہ آنست کہ جائز نیستا جماع شیعہ اور نصوص متواترہ کے مطابق تمام انبیاء علیہم السلام اپنی عمر کے اول سے آخر تک تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے عمدا اور سہوا معصوم ہوتے ہیں۔ اس باب میں تمام دلائل عقلی قور نقلی کے مطابق یہ بات یقینی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے دوران تبلیغ وحی اور رسالت سہو اور نسیان وارد ہونا جائز نہیں ہے۔ دوسری

40۔ امام عثمان بن سعید الدارمی، الرد علی الجهمية، (الكويت ,الدار السلفية)، ص6

Imām Uthmān bin Sa'eed Al-Dārmī, Al-Rad Ali Al-Jahmiyah, (Kuwait, Al-Dār al-Salafiya), p.6

صورت میں ان کے قول پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔اسی طرح روزمرہ کے امور میں اور عبادات وغیرہ میں بھی امامیہ کے مشہور علماء کے مطابق یہ جائز نہیں ہے کہ ان سے سہو کا ارتکاب ہو جائے"[41]

امام باقر مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

" اعتقادنا فی الأنبیاء والرسل والأئمة أنهم معصومون مطهرون من كل دنس وأنهم لایذنبون ذنبا صغیراً ولا كبیراً انبیاء و رسل اور ائمہ کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ معصوم اور ہر گندگی سے پاک ہوتے ہیں اور ان سے کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد نہیں ہو سکتا"[42]

عصمت نبوت کے متعلق متکلمین کی آراء

متکلمین سے مراد بعض متکلمین ہیں۔جیسا کہ علامہ سعد الدین التفتازانی اور علامہ سید شریف جرجانی وغیرہ۔تمام متکلمین کا نظریہ یہ نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے قبل گناہوں کا صدور ہو سکتا ہے اور نہ ہی یہ نظریہ ہے کہ سہوا انبیاء علیہم السلام سے غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔بلکہ جمہور اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت سے قبل اور اعلان نبوت کے بعد ہر طرح کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔یہاں متکلمین سے مراد علامہ التفازانی اور علامہ جرجانی اس لیے مراد لیے ہیں کہ علم الکلام کی مروجہ کتب کے مصنف یہی ہیں۔

عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق متکلمین کا نظریہ کے تین طرح کے نظریات ہیں:

ا۔انبیاء علیہم السلام سے سہوا گناہ صغیر غیر خسیسہ کا صدور ممکن ہے۔

ب۔انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت کے بعد گناہ کبیرہ اور صغیرہ خسیسہ کا صدور مطلقا اور صغیرہ غیر خسیسہ کا صدور عمدا محال ہے۔

ج۔انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے قبل تمام گناہوں کا صدور ممکن ہے۔متکلمین کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے گناہ صغیرہ غیر خسیسہ کا صدور سہوا یا غلطی سے ہو سکتا ہے۔جیسے کہ سید شریف لکھتے ہیں"صغیرہ گناہوں کا صدور سہوا ہمارے اکثر احباب کے نزدیک اور اکثر معتزلہ کے نزدیک جائز ہے"[43]

41۔ مجلسی، امام باقر، حق الیقین، (پاکستان: مجلس علمی اسلامی)، ص: 25

Majlisī, Imām Bāqir, ḥaq al-Yaqeen (Pākistān: Majlis-e-I’lmi-Islāmī), p. 25

42۔ مجلسی، امام باقر، بحار الانوار کتاب الامامہ، باب عصمۃ الامام، ج25، ص211

Al-Majlisī, Imām Bāqir, Biḥār al-Anwār, Kitāb al-Imāmah, chapter Aṣma al-Imām, vol. 25, p. 211

لیکن متکلمین کا نظریہ یہ بھی ہے کہ یہ سھو یا غلطی ان سے بار بار نہیں ہوتی اور نہ انہیں اس پر قائم رہنے دیا جاتا ہے بلکہ اس پر فوراً انہیں اس پر تنبیہ کی جاتی ہے اور وہ اس رک جاتے ہیں۔اور امت کو بھی بتادی جاتا ہے کہ فلاں کا ان سے سھو اسرزد ہوا ہے تاکہ لوگ اس پر عمل میں انبیاء علیہم السلام کی اتباع نہ کریں۔

متکلمین کی دلیل

اس نظریہ کے حامل صغیرہ غیر حسیسہ کے سہوا یا غلطی سے صادر ہونے کے اس لیے قائل ہیں کہ ان کے نزدیک صغیرہ غیر حسیسہ سے معصوم ہونے کی دلیل موجود نہیں ہے۔اس کے بر خلاف بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ صغیرہ غلطی سے سرزد ہوتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "صلى رسول الله قالَ إبْرَاهِيمُ: لا أدْرِي زَادَ أوْ نَقَصَ - فَلَمَّا سَلَّمَ قيلَ له: يا رَسولَ اللَّهِ، أحَدَثَ في الصَّلَاةِ شيءٌ؟ قالَ: وما ذَاكَ، قالوا: صَلَّيْتَ كَذَا وكَذَا، فَثَنَى رِجْلَيْهِ، واسْتَقْبَلَ القِبْلَةَ، وسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَلَمَّا أقْبَلَ عَلَيْنَا بوَجْهِهِ، قالَ: إنَّه لو حَدَثَ في الصَّلَاةِ شيءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ به، ولَكِنْ إنَّما أنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أنْسَى كما تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي، وإذَا شَكَّ أحَدُكُمْ في صَلَاتِهِ، فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عليه، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ"[44]

حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی ابراہیم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز میں کچھ کمی یا زیادتی کر دی۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا یارسول اللہ کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کیوں۔لوگوں نے عرض کی آپ نے اس طرح نماز پڑھی ہے۔ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پاؤں مبارک پلٹے اور قبلہ کی طرف رخ پھیر لیا اور دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا اور دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا اور چہرہ مبارک ہماری طرف متوجہ کیا اور فرمایا اگر نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں اس کی آپ کو خبر دیتا لیکن میں تمھاری طرح بشر ہوں۔ تمھاری طرح بھول جاتا ہوں۔ لہذا جب میں بھولوں تو مجھے یاد دلایا کرو۔ تم میں سے جب

[43]۔ جرجانی، الشریف علی بن محمد، سید، شرح المواقف، (ایران: مطبوعہ منشورات الشریف)، ج:8، ص: 289

Jurjānī, Al-Sharif Alī bin Muḥammad, Sayyid, Sharḥ al-Muwāfiq, (Irān: Printed Manshorāt Al-Sharif), Vol.: 8, p.: 289

[44]۔ مسلم بن الحجاج القشیری، ابوالحسین، الجامع الصحیح، (بیروت: احیاء التراث)، حدیث نمبر 572

Muslim bin al-Ḥajjāj al-Qashirī, Abu al-Ḥusain, Al-Jāmi al-Ṣaḥiḥ, (Beirut: Aḥyā al-Tarath), Ḥadith No. 572

کسی کی نماز میں شک پیدا ہو تو غور کر کے جو ٹھیک اور صحیح ہو اس کے مطابق نماز پوری کرے پھر دو سجدے کر کے سلام پھیر دے۔

عصمت نبوت متعلق حشویہ کی آراء

حشویہ اہل بدعت کے ایک گروہ کا نام ہے۔ یہ ایک فرقہ ہے جو راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے۔ قرآن کریم کی آیات کا ظاہری معنی مراد لیتا ہے۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ یہی معنی درست ہیں۔ ان کا نام حشویہ اس لیے ہے کہ یہ بلا تحقیق روایات پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور حشو فضول کو کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ فضول کلام کرتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ان کی نسبت حشوء کی طرف ہے جو کہ خراسان کا ایک گاؤں ہے اس لیے انہیں حشویہ کہا جاتا ہے۔ "شرح فقہ اکبر" محمد بن کرام حشویہ فرقے کا بانی ہے جو کہ سجستان میں پیدا ہوا اور ۸۶۹ میں بیت المقدس میں وفات پائی۔

حشویہ کا نظریہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد انبیاء علیہم السلام سے عمدا کبیرہ گناہوں کا صدور ممکن ہے۔ حشویہ کے علاوہ جمہور امت کا نظریہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت کے بعد کبیرہ گناہوں کا صدور ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ عبد العزیز پرہاروی تحریر فرماتے ہیں کہ "وكذاعن تعمد الكبائر اى بعدالنبوة والمراد بها غيرالكفرعندالجمهور وهم ماسوى الحشوية اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام بعد از اعلان نبوت عمدا کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کفر کے علاوہ بھی کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں یہ جمہور کا نظریہ ہے جبکہ حشویہ کا نظریہ یہ نہیں ہے"[45]

حشویہ کی دلیل

حشویہ کبیرہ گناہوں کا صدور انبیاء علیہم السلام سے اس لیے ممکن قرار دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک کبیرہ گناہوں کے محال ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے(۳) اس کے علاوہ حشویہ اپنے نظریات پر درج ذیل قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّه اور اس عورت نے یوسف علیہ السلام کی طرف قصد کیا اور یوسف علیہ السلام بھی اس کا قصد کرتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے" اس آیت کے تحت زمخشری تحریر کرتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام پر جو الزامات لگائے گئے کہ انہوں نے اس عورت (زلیخا) سے

[45] ۔پرہاروی، محمد عبد العزیز، النبراس، شرح العقائد النسفیہ، (سرگودھا: شاہ عبد الحق اکیڈمی)، ص:332
Parhārvī, Muḥammad Abdul Aziz, Al-Nabras, Sharh al-Aqāid al-Nasafiyyah, (Sargodhā: Shāh Abdul Haq Academy), p.: 332

برائی کا ارادہ کیا تو اس وقت اس عورت نے اپنے بت پر پردہ ڈال دیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اس سے حیا کرتی ہے جو نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے اور میں اس سے حیا کیوں نہ کروں جو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ زمخشری کہتے ہیں "وھذا ونحوہ ممایوردہ اھل الحشو والجبر الذین دینھم بھت اللہ ونبیاءہ یہ واقعہ اور اس طرح کے دیگر واقعات حشویہ اور جبریہ نے وارد کیے ہیں جن کا دین اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام پر بہتان باندھنا ہے"۔

خلاصہ کلام

عصمت انبیاء کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقیدوں میں سے ہے۔ اور یہ بات ضروریات دین میں سے ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ہر خطا اور غلطی سے معصوم مانا جائے۔ اس لیے کہ اللہ تعالی کے احکامات اور شریعت کی تعلیمات کا دارو مدار نبی کی ذات پر ہوتا ہے۔ اگر نبی کی ذات میں جھوٹ، گناہ یا کسی دیگر غلطی کی گنجائش ہو تو اللہ تعالی کے تمام احکامات اور پوری شریعت مشکوک ہو جائے گی اور ان پر اعتماد اور یقین ختم ہو جائے گا۔ امت کی غالب اکثریت کا ہر دور میں یہی عقیدہ رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر طرح کے کفر و شرک، بد عقیدگی اور ہر طرح کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ البتہ خوارج میں سے فضیلیہ اور ازراقہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے کفر کا صدور ممکن ہے۔ چونکہ ان کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے کبیرہ گناہوں کا صدور ممکن ہے اور ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ کبیرہ گناہ کفر ہیں اس لیے انبیاء علیہم السلام سے کفر کا صدور میں بھی ممکن ہے۔ اسی طرح ان کا نظریہ یہ بھی ہے کہ قبل از اعلان نبوت انبیاء علیہم السلام کافر ہو سکتے ہیں (العیاذ باللہ) خوارج کے ان دو فرقوں کے علاوہ اہل تشیع کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کو جب جان کا خوف ہو تو تقیہ کے طور پر تقیہ کر سکتے ہیں۔ حشویہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے عمداً اور سہواً کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کا صدور ممکن ہے۔ جبکہ اکثر معتزلہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔ اور ایسے صغیرہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں جو قابل نفرت ہوں۔ البتہ ایسے صغیرہ گناہوں کا صدور ممکن ہے جو قابل نفرت نہ ہوں۔ متکلمین کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے عمداً کبیرہ اور صغیرہ گناہ نہیں ہو سکتے البتہ سہواً ان سے صغیرہ گناہوں کا صدور ممکن ہے ان کا یہ نظریہ بھی ہے کہ قبل از اعلان نبوت کبیرہ اور صغیرہ گناہ عمداً ہو سکتے ہیں اور نہ ہی سہواً ہو سکتے ہیں۔ البتہ جیسے کہ اوپر ذکر کیا ہے کہ تقیہ کے طور پر انبیاء علیہم السلام سے کفر کا صدور ممکن ہے۔ قران و حدیث میں بعض مقامات پر زل، استغفار، ھم، ضال، ذنب، ظلم، لاادری، غفلت، وزر اور سقم جیسے کلمات انبیاء اور رسل کی طرف منسوب ہیں جن سے زہنوں میں خیال آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو کلام الہی کے امین ہیں ان سے بھی گناہ کا صدور ممکن ہے حالانکہ وہ شخصیات واجب الاطاعت ہیں ان سے گناہ کے صدور کو تسلیم کرنے کا مطلب ہے کہ ان کی خطاؤں کی بھی پیروی کی جائے اور ان خطاؤں کے اثبات کو من جانب اللہ سمجھا جائے جبکہ اللہ تعالی کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ

اپنے بندوں کو خطاؤں اور برائیوں کا حکم نہیں دیتا۔وہ آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ جن سے منکرین عصمت انبیاء علیہم السلام نے استدلال کیا ہے، وہ کئی معانی کا احتمال رکھتی ہیں۔ان آیات واحادیث سے انبیاء علیہم السلام کی طرف ذنب کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ دیگر معانی موجود ہیں۔اگر وہ معانی مراد لیے جائیں تو عصمت انبیاء علیہم السلام پر حرف بھی نہیں آتا اور ان آیات کا اصل مفہوم بھی سمجھ آجاتا ہے۔بعض تفاسیر میں سرائیلیات روایات کو ذکر کردیا جو کہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہیں۔جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوا ہے۔اس لیے محقق مفسرین نے مدلل انداز میں ان کارد کیا ہے۔اور ثابت کیا ہے کہ یہ واقعات قرآن کریم کے سیاق وسباق کے خلاف ہیں۔ان وقعات کی کوئی اصل نہیں ہے۔ان سے عصمت انبیاء علیہم السلام کے خلاف استدلال کرنا جہالت، بغض وعناد ہے اور ایسا شخص گمراہ اور بدمذہب ہے۔عصمت انبیاء علیہم السلام دلائل قطعیہ سے ثابت ہے محض اسرائیلیاتی روایات اور خبر واحد سے اس کے خلاف نظریہ قائم کرنا جائز نہیں ہے۔بلکہ متکلمین کرام نے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایسی بات سامنے آجائے جو انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے خلاف ہو، اگر وہ خبر واحد سے ثابت ہو تو اس کو ترک کیا جائے، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور اگر وہ خبر متواتر سے ثابت ہو تو اس کی تاویل کی جائے تاکہ تمام دلائل میں موافقت پیدا ہو جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License